اسلامی، علمی و ادبی آن لائن مجلّہ

ماہنامہ مجلس الأنوار حیدرآباد

جلد : ۱ شمارہ : ۲ مئی ۲۰۱۷ء مطابق شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ

اپنی نوعیت کی منفرد میگزین

MAJLIS-UL-ANWAR

Islamic Monthly e-Magazine

www.majlisulanwar.blogspot.com

بیادگار : شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ، بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد الہند

اسلامی علمی و ادبی آن لائن مجلّہ

ماہنامہ مجلس الانوار حیدرآباد

جلد : ۱ شمارہ : ۲ مئی ۲۰۱۷ء مطابق شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ

مشمولات

مجلس الانوار سے رابطہ کے لئے : بلاگ : www.majlisulanwar.blogspot.com

فیس بک : Majlis-ul-Anwar ای میل : majlisulanwar@gmail.com

سیل : 9010859966 (صدر)، 9154141170 (معتمد)، 9989792634 (خازن)

اداریہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

محترم قارئینِ کرام!

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم سب ماہِ رجب المرجب سے ہوتے ہوئے شعبان المعظّم میں داخل ہوچکے ہیں، اِس مہینہ کی بے شمار فضیلتیں ہیں، اِس کے متعلّق آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شعبان میرا مہینہ ہے۔ اِس مہینہ میں آپ کثرت سے روزے رکھتے تھے، اِس کی پندرھویں شب کو آپ جنت البقیع تشریف لے جاتے اور اہلِ قبور کیلئے دعائے مغفرت فرماتے۔ غرض کہ یہ مہینہ انتہائی رحمتوں اور برکتوں ولا مہینہ ہے۔ اِس مہینہ کی اِفادیت کے پیشِ نظر ہم نے اِس مجلّہ کا دوسرا شمارہ اِسی سے معنون کیا ہے، اِس شمارہ میں ماہِ شعبان سے متعلق مضامین کو شامل کیا گیا ہے۔

قارئینِ کرام سے امید ہے کہ جس طرح پہلا شمارہ پڑھ کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی، اِس شمارہ کے متعلق بھی اپنی آراء و مشوروں سے ہمیں نوازیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ اور طفیل میں مجلس الأنوار اور اِس مجلّہ کو قبولیتِ عامّہ عطا فرمائے اور اِس کوشش کو ہمارے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

مع السلام

آپ کی اپنی —

"مجلس الأنوار"

توبہ کرنے والا اللہ کا محبوب ہے

قال اللہ تعالیٰ : إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (سورۃ البقرۃ، آیت ۲۲۲)

ترجمہ : بلا شبہ اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور پاک رہنے والوں سے (بھی) محبت کرتے ہیں۔

یہ بات مسلّم ہے کہ ہر انسان خطا کار ہے، گناہ گار و سیاہ کار ہے۔ سوائے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے کوئی انسان گناہوں سے معصوم نہیں۔

اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے گناہ گار بندوں کی خاطر توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے، جب تک کہ انسان پر وقتِ نزع نہیں آجاتا اُس وقت تک اُس کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے، اگر اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی کوئی انسان توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ کو قبول کرتے ہیں۔

توبہ کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کو بے حد محبت ہے۔ سورۂ حجرات میں ایک جگہ ارشاد فرمایا: جو توبہ نہیں کرتا وہ ظالموں میں سے ہے۔ یہ نہیں کہا کہ گناہ گار ظالم ہے بلکہ فرمایا کہ گناہ ہوجانے کے بعد توبہ نہ کرنے والا ظالم ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں بھی کثرت سے توبہ کی فضیلتیں آئی ہیں، فرمایا کہ آدم کا ہر بیٹا گناہ گار ہے مگر سب سے بہترین گناہ گار وہ ہے جو توبہ کرتے ہیں۔ مزید فرمایا: گناہوں سے توبہ کرنے والا بالکل اُس شخص کی طرح ہے جس نے کوئی گناہ ہی نہ کیا۔

مذکورہ بالا آیتِ شریفہ جس میں اللہ تعالیٰ تائبین سے اپنی محبت کا اعلان کررہا ہے، توبہ کرنے والوں کے لئے خوشخبری ہے۔

یوں تو اللہ کے لاکھوں کروڑوں بندے ہیں، ہر ایک سے اللہ کو محبت ہے، لیکن وہ بندہ جس سے نادانی یا غفلت میں کوئی گناہ صادر ہوجاتا ہے پھر وہ یہ سوچ کر اللہ کی بارگاہ میں رجوع ہوکر توبہ کرتا ہے کہ میرا بھی ایک رب ہے، جو غفور رحیم ہے، جو گناہوں کو معاف کردینے والا ہے، تو اللہ تعالیٰ اُس بندے سے اپنی دوستی اور محبت کا اعلان اِس آیتِ مبارکہ کے ذریعہ کررہے ہیں۔

توبہ کرنا صرف گناہ گاروں کے لئے نہیں ہے، بلکہ صالحین اور اللہ والوں کا بھی وطیرہ رہا ہے کہ ہر دم توبہ و استغفار کرتے رہتے تھے۔ خود سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم دن میں ستر سے زائد مرتبہ استغفار کرتے تھے، حالانکہ آپ گناہوں سے معصوم ہیں۔

ذرا سوچئے کہ کائنات کے آقا و مولیٰ دن میں ستر سے زائد مرتبہ توبہ و استغفار کرتے ہیں، تو ہم گناہ گاروں خطا کاروں اور بدکاروں کو کس قدر توبہ کرنے کی ضرورت ہوگی؟

احادیثِ مبارکہ میں بیسیوں واقعات ایسے آئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ کس قدر محبت کرتے ہیں۔

چنانچہ بنی اسرائیل کے اُس شخص کا واقعہ مشہور ہے جس نے سو قتل کئے تھے، پھر اُس نے توبہ کا ارادہ کیا، توبہ کرنے کے کی خاطر صالحین کے پاس جارہا تھا کہ راستے میں انتقال کرگیا، اُدھر سے عذاب کے فرشتے ہیں اور اِدھر اللہ تعالیٰ کا دریائے رحمت جوش میں آتا ہے اور وہ اپنی رحمت کے فرشتوں کو بھیجتا ہے تاکہ اُس بندہ کو اپنے دامنِ رحمت میں چھپالے، وجہ صرف یہی تھی کہ اُس بندہ نے اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کا صرف ارادہ کرلیا تھا، محض توبہ کے ارادے پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ نوازشیں ہیں تو اندازہ کرنا چاہئے کہ ہمیشہ توبہ و استغفار کرنے والے پر اُس کی کیا کیا عنایتیں ہوں گی۔

۞ ۞ ۞

حافظ محمد لطیف الحسن نظامی
متعلم جامعہ نظامیہ حیدرآباد

زیارتِ قبور

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا، فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ۔ (سنن ابن ماجہ،۱/۵۰۱،رقم:۱۵۷۱)

ترجمہ : حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے تم کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا،مگر اب تم ان کی زیارت کرو، کیونکہ وہ (قبریں) دنیا سے بے رغبت کرتی ہیں اور آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

حالاتِ راوی : آپ کا اسمِ گرامی ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود الھذلی (رضی اللہ عنہ) ہے، قدیم الاسلام ہیں، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِارقم میں تشریف لانے سے قبل اسلام قبول فرمایا، ایک قول کے مطابق آپ اسلام قبول کرنے والے افراد میں چھٹے فرد ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی قربت عنایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار تھے، سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسواک مبارک، نعلینِ پاک اور طہارت وغیرہ کی خدمت آپ ہی کہ ذمہ ہوتی، حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی، جنگِ بدر اور اس کے بعد کی جنگوں میں شرکت فرمائی، آپ کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی گواہی دی، کوفہ میں والیٔ قضاءت اور عہدِ سیدنا عمر بن خطاب اور اولین عہدِ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کے بیت المال کے نگران رہے، پھر مدینہ طیبہ واپس ہوئے، یہیں پر ۳۲ھ میں وفات پائی، اس وقت آپ کی عمر شریف ۶۰ سال سے کچھ زیادہ تھی، آپ سے خلفائے راشدین و دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث کی روایت فرمائی۔

(الإکمال فی أسماء الرجال للتبریزی، حرف العین، فصل فی الصحابہ،۵۱۰،ص ۶۴)

شرحِ حدیث : اسلام کے اوائل دور میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ اسلام کو قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا، کیوں کہ ابھی ابھی بُت پرستی ، قبر پرستی و مشرکانہ افعال سے ان حضرات گرامی کو چھڑایا گیا تھا، ایسے میں اگر زیارتِ قبور کی اجازت دے دیتے تو ممکن تھا کہ بُت پرستی و قبر پرستی کی بالکلیہ محبت اُن کے قلوب سے نہ نکلتی، لیکن جیسا جیسا وقت گذرتا گیا، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ جلیلہ کے فیض سے صحابۂ کرام کے قلوب نورِ ایمانی سے جگمگانے لگے، بُت اور بُت پرستی ،قبر پرستی وغیرہ سے بالکل متنفر اور بیزار ہوگئے، اور ان کی محبت دلوں سے نکال کر اللہ اور اُس کے محبت کو جب اُنہوں نے اپنے دلوں سے راسخ کرلیا، تو اب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغرضِ فکرِ آخرت اور دنیا سے بے رغبتی کے، اُنہیں زیارتِ قبور کی اجازت مرحمت فرمائی، اور خود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات زیارتِ قبور کے لئے تشریف لے جاتے اور ساکنانِ شہرِ خاموشاں کے حق میں دعائے مغفرت و دفعِ عذاب کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن کا بھی معمول رہا ہے کہ اکثر زیارتِ قبور کرتے اور موت کو یاد کرکے دنیا کی محبت کو قلوب سے نکالتے اور آخرت کے لئے زادِ راہ تیار کرتے۔ آج کل چند گوشوں سے زیارتِ قبور کے ناجائز، حرام اور شرک ہونے کے ی آوازیں آرہی ہیں، اور زیارتِ قبور کو معاذ اللہ قبر پرستی سے تعبیر کیا

جارہا ہے، جبکہ زیارتِ قبور کے مسنون و مستحب ہونے پر امت کا اجماع ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ اِس موضوع پر مختصر اور جامع کلمات لکھے جائیں جس سے اہلِ اسلام پر آشکار ہوجائے کہ زیارتِ قبور مسنون اور مستحب عمل ہے، اِس سے دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا حدیثِ شریف میں حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس ارشاد فرمارہے ہیں کہ میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، مگر اب تم ان کی زیارت کرو۔ گویا یہ حدیثِ شریف زیارتِ قبور کے باب میں نصِ صریح ہے، اور اس حدیثِ شریف میں ممانعتِ زیارتِ قبور کا نسخ اور جوازِ زیارتِ قبور کی رخصت ہے۔ اس کے علاوہ متفرق الفاظ میں اِسی معنیٰ و مفہوم والی احادیث بھی کتبِ حدیث میں وارد ہیں، جن کا مستفاد یہی ہے کہ اب زیارتِ قبور کی رخصت ہے۔

زیارت کا معنیٰ و مفہوم: زَارَ، يَزُوْرُ، زِيَارَةً (بابِ نصر) کا لغوی معنیٰ ہے: ملاقات کرنا، کسی کی طرف جانے کا ارادہ کرنا۔ اسی سے اسمِ ظرف ''مزار'' ہے، یعنی زیارت گاہ۔

شرع اور عرفِ عام میں ذواتِ مبارکہ سے ملاقات اور اماکنِ مقدسہ کی حاضری کے لئے جانا جو کہ مندوب اور مستحب امر ہے، زیارت کہلاتا ہے۔ زیارتِ قبور کا معنیٰ ہے قبروں کی زیارت کرنا۔

زیارتِ قبور کا شرعی حکم: مردوں اور عورتوں ہر دو کے لئے زیارتِ قبور مستحب ہے۔ اِس سے فکرِ آخرت اور دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے۔ بعض فقہاء کرام' بے حیائی اور فتنہ کے پیشِ نظر عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کے عدمِ جواز کے قائل ہیں، مگر صحیح یہ ہے کہ اگر فتنہ سے امن کا یقین ہو، بے حیائی اور مرد و زن کا اختلاط نہ ہو تو عورتوں کیلئے زیارتِ قبور میں کوئی ممانعت نہیں۔ چاروں مذاہبِ فقہ' احناف' شوافع' مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک زیارتِ قبور مستحب ہے۔

عورتوں کے لئے زیارتِ قبور: سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے اولین دور میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو زیارتِ قبور سے منع فرمایا تھا، جیسا کہ مذکورہ بالا حدیثِ شریف میں كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ (میں نے تم کو زیارتِ قبور سے منع کیا تھا) کے الفاظِ مبارکہ سے ثابت ہے۔ مگر بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارتِ قبور کی رخصت دی اور فَزُوْرُوْهَا (پس اب تم قبروں کی زیارت کرو) فرمایا تو اِس رخصت میں مرد و عورت ہر دو شامل ہیں۔ احادیثِ مبارکہ میں آیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دو جاں نثاران حضرات' سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور اِسی طرح اپنے بھائی حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کے مزارات کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتیں تھیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور ۱۷۷۱)

حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے متعلق آیا ہے کہ آپ سید الشہداء حضرت سیدنا امیر حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی قبرِ مبارک کی زیارت کے لئے جاتیں۔ ان روایات اور ان جیسی دیگر احادیثِ مبارکہ سے عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کا مشروع ہونا ثابت ہے۔ مگر ہاں! خیال رہے کہ عورتیں کثرت سے زیارتِ قبور نہ کریں، کیونکہ ایک مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نے کثرت سے زیارتِ قبور کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور ۱۷۷۰)

عورتیں زیارتِ قبور میں حد درجہ احتیاط برتیں، پردہ اور حیاء کا مکمل خیال رکھیں، اختلاطِ مرد و زن سے بچیں، بے حیائی، رونا دھونا، جزع و فزع، نوحہ خوانی اور دیگر غیر شرعی لغویات سے اپنی حفاظت کریں، زیارت کے لئے جاتے وقت کوئی محرم ضرور ساتھ رہے، اِن شرائط کے ساتھ عورتیں زیارتِ قبور کرسکتی ہیں۔

زیارتِ قبور کے مقاصد: انسان جو بھی کام انجام دیتا ہے' تو وہ کسی نہ کسی مقصد کے تحت انجام دیتا ہے، بغیر مقصد کے کوئی بھی شخص کوئی بھی کام نہیں کرتا۔ زیارتِ قبور کے بھی چند مقاصد ہیں۔ مذکورہ بالا حدیثِ شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارتِ قبور کے مقاصد بتلائے ہیں، فرمایا کہ یہ زیارتِ قبور تمہیں دنیا سے

بے رغبت کرتی ہیں اور آخرت کی یاد دلاتی ہیں، ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا کہ تمہیں موت کی یاد دلاتی ہیں۔
صحیح مسلم، کتاب الکسوف، باب استئذ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ربہ فی زیارۃ قبرامہ، ۱۰۸)

یعنی زیارتِ قبور کا مقصد' دل سے دنیا کی محبت کا ختم کرنا اور موت و آخرت کو یاد کرکے اپنے لئے توشۂ آخرت تیار کرنا ہے۔ آخرت کی فکر اور اُس کی تیاری اور دنیا سے بے رغبتی جس طرح مردوں کے لئے ضروری ہے' اِسی طرح عورتوں کے لئے بھی ضروری ہے۔ اِسی لئے عورتوں کیلئے بھی زیارتِ قبور کی رخصت رکھی گئی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر مقاصد جو جہلاء نے اپنی طرف گھڑ لئے ہیں، ان سے اجتناب لازمی ہے۔

آج کل تو یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ بطورِ تفریح یا پکنک کسی درگاہ شریف کی زیارت کو جاتے ہیں' وہاں کھاپی کے' ہنسی مذاق کرکے' موج مستی کرکے' گھوم پھر کے، تصاویر اتر واکے اور خریداری کرکے واپس ہوتے ہیں، یہ بالکل مذموم حرکت ہے، ایسا کرنے سے زیارتِ قبور کا اصل مقصد فوت ہوجاتا ہے، درگاہوں پر یا مزارات پر جاکر ایسا کرنے سے بہتر یہی ہے کہ گھر ہی میں رہیں۔

آدابِ زیارتِ قبور : حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی عزیزی میں زیارتِ قبور کے جو آداب بتائے ہیں وہ درجِ ذیل ہیں :

''جو شخص بھی کسی عام مومن کی قبر پر جائے قبلہ کی طرف پشت کرکے چہرہ میت کے سینے کی طرف کرے، ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے، اور جب قبرستان میں داخل ہو تو یہ الفاظ کہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ۔ اور اگر وہ قبر اولیاء وصلحاء میں سے کسی بزرگ کی ہو تو اپنا چہرہ اس بزرگ کے سینے کی طرف کرے اور بیٹھ جائے اور اکیس مرتبہ چار ضربوں کے ساتھ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَآئِكَةِ وَالرُّوْحِ اور سورۃ القدر تین بار پڑھے، اس بزرگ ہستی کے سامنے اپنے قلب کو وساوس اور خطرات سے پاک کرے تو اس زیارت کرنے والے کے دل میں اس بزرگ ہستی کی روحانی برکات پہنچ جائیں گی۔'' انتہیٰ۔ (فتاوی عزیزی، ۱:۱۷۶)

حضرت ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکاۃ میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے، فرمایا: زیارت کرنے والے کیلئے مناسب ہے کہ قبر سے اسی قدر قریب ہو' جس قدر وہ شخص صاحبِ مزار کی زندگی میں قریب ہوتا اگر وہ اس کی زیارت کرتا۔ انتہیٰ۔ یعنی زندگی میں جس شخص کے جتنا قریب بیٹھتے تھے' بعد از وصال بھی اس کی مزار کے اتنا ہی قریب بیٹھے، اگر زندگی میں کسی کے ادب واحترام میں ان سے تھوڑی سی دوری پر بیٹھا جاتا تھا تو وصال کے بعد

ان کے مزار سے بھی اتنی ہی دوری برقرار رکھیں، کیونکہ زندوں کا جس طرح ادب کیا جاتا ہے، مُردوں کا بھی اسی طرح ادب کیا جانا ضروری ہے۔

صاحبِ مزار اگر عام مسلمان ہو تو اس کی مغفرت کی اور عذابِ قبر سے نجات کی دعا کریں، اگر صالحین اور اللہ والوں میں سے کوئی بزرگ ہوں تو ان کے رفعِ درجات اور اُن کے طفیل اپنی مغفرت کی دعا کریں، ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر سب سے پہلے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں اِس کا اجر و ثواب ہدیہ کریں، پھر انبیاء کرام علیہم السلام، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، اتباعِ تابعین، ائمہ کرام، صدیقین، شہداء، صالحین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور تمام امتِ مسلمہ کے افراد کو خواہ وہ زندہ ہوں یا وفات پا چکے ہوں، اس کا ثواب ایصال کریں۔ بطورِ خاص صاحبِ مزار کو اس کا اجر نذر کریں، اگر عام مسلمان ہوگا تو اُس کا فائدہ ہے کہ اجر و ثواب سے تخفیفِ عذاب اور مغفرت ہوتی ہے، اور اگر کوئی بزرگ ہوں تو پڑھنے والے کا فائدہ ہے کہ اُن کی توجہ عنایت ہوتی ہے۔

اللہ والوں کی بارگاہ میں بے ادبی سے بچنا ضروری ہے، دنیا کی باتیں وغیرہ نہ کریں، اللہ کا ذکر، درودِ شریف اور استغفار کرتے ہوئے زیارت کریں، عورتیں پردہ کا خاص خیال رکھیں، ہر جمعہ اپنے والدین کے مزار کی زیارت کریں، اسی طرح اپنے رشتہ دار، اعزاء و اقرباء کی زیارتِ قبور کریں، ان کے حق میں دعا کریں، اللہ والوں' بالخصوص پیرانِ سلاسل کے مزاراتِ مقدسہ کی زیارت کرکے ان کے اکتسابِ فیض کریں۔

مزارات پر چادر اور پھول چڑھانا: صحیح بخاری شریف کتاب الوضوء باب من الکبائر ان لا یستتر من بولہ میں ایک حدیثِ شریف آئی ہے جس میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ ایک مرتبہ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے ایک باغ کو تشریف لے گئے، وہاں آپ نے دو آدمیوں کی آواز سماعت کی جنہیں قبر میں عذاب دیا جارہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں عذاب دیا جارہا ہے، اور انہیں کوئی بڑے بڑے گناہوں پر عذاب نہیں دیا جارہا ہے۔ ہاں (بلکہ) اِن میں کا ایک شخص پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا شخص غیبتیں کرتا پھرتا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک تر شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کئے، ہر ایک قبر پر ایک ایک ٹکڑا رکھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایسا کرنے کا کیا سبب ہے؟ فرمایا: جب تک یہ (شاخیں) تر رہیں گی' اِن کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔

اس حدیث کی شرح میں شیخ الاسلام حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ (وہ شاخیں) اللہ کی تسبیح میں رہتی ہیں جب تک کہ تر رہیں، پس عذاب میں تخفیف اُس تسبیح کی برکت سے حاصل ہوئی۔ پھر فرمایا: ہر چیز جس میں تری ہو' یہی معنیٰ سمجھے جائیں گے، جیسے کہ درخت وغیرہ۔ انتہیٰ۔

حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ بانیٔ جامعہ نظامیہ حیدرآباد نے کتبِ صحاح کی بعض منتخبہ احادیثِ مبارکہ پر علمی نکات و نفع بخش فوائد تحریر فرمایا ہے' اور ان کو یکجا جمع کرکے "مجموعة منتخبة من كتب الصحاح" کا نام دیا ہے۔ ابھی جو حدیثِ شریف گذری ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے' دو قبروں پر تر شاخ رکھنے کا ذکر ہے، اس پر حضرت شیخ الاسلام بانیٔ جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فائدہ تحریر کیا: **وضع الرياحين والبقول على القبر** (مجموعۃ منتخبۃ من کتب الصحاح، فائدہ: ۷۴، ص ۱۴۱)، یہ فائدہ تحریر فرما کر حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کیا کہ یہ حدیثِ شریف' قبروں پر پھول

پر پھول وغیرہ ڈالنے کی اصل ہے۔

اس روایت اور مذکورہ بالا شرح سے اتنی بات ثابت ہوگئی کہ جو چیزیں اللہ کی تسبیح میں رہتی ہیں، اُن کے قبروں پر ڈالنے سے صاحبِ قبر کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ اب دیکھئے کہ قرآنِ مجید میں حق تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ۔ (سورۃ الاسراء: ۴۴) یعنی ہر شئ اللہ کی تسبیح وتحمید کرتی ہے۔

چادر اور پھول بھی اشیاء میں داخل ہیں، اور ہمہ وقت اللہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول ہیں، یہ چیزیں اگر مزار پر ڈالیں تو ان کی تسبیح کی برکت سے صاحبِ مزار کے عذاب میں تخفیف ہوگی، ان شاء اللہ۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ صاحبِ مزار کو عذاب نہیں ہورہا ہوگا' پھر یہ چیزیں ڈالنے کا کیا فائدہ؟ تو اس کا جواب یہ ہیکہ اگر عذاب نہ بھی ہورہا ہو' تب بھی ان چیزوں کے قبروں پر ڈالنے میں کوئی قباحت نہیں، کیونکہ اِن اشیاء کا ذکر وتسبیح کرنا صاحبِ مزار کے لئے کوئی مضر نہیں بلکہ مفید ہی ہے۔

لیکن خیال رہے کہ صرف پھول و چادر چڑھا کر یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے زیارت کے مقصد کو پورا کردیا۔

زیارتِ قبور کا اصل مقصد آخرت کی یاددہانی اور دنیا کی محبت کو دل سے نکالنا ہے، پھول و چادر کی پیشکشی ایک رسم ہے، اِس میں مشغول ہوکر اصل مقصد سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔

اصلاح طلب امور: بعض درگاہوں پر دیکھا گیا ہے کہ عوام' مزار کا طواف کرتی ہے، باقاعدہ سجدہ کرتی ہے جس طرح سے نماز میں سجدہ کیا جاتا ہے، ناریل وغیرہ پھوڑتی ہے، دیہات کے بعض درگاہوں کے قریب سانپ کا مسکن ہوتا ہے' اس میں دودھ ڈالتی ہے، طُرفہ تماشا یہ کہ اِن امورِ غیر شرعیہ کو مستحب اور قابلِ اجر وثواب سمجھتی ہے، یہ اور اِن جیسے دیگر غیر شرعی امور' لغویات سے ہیں' جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، لہٰذا ہر عام وخاص کو ان سے اجتناب ضروری ہے۔ اکثر بڑی بڑی درگاہوں پر مرد وزن کا اختلاط ہوتا ہے، اس سے پرہیز لازمی ہے، مردانہ اور زنانہ دونوں کے لئے علیحدہ زیارت کا انتظام کرنا متولیان و ذمہ دارانِ درگاہ پر ضروری ہے۔ اکثر درگاہوں پر برسرِ عام سماع کا انتظام ہوتا ہے، حالانکہ سماع صرف اُن ہی حضرات کے لئے مباح ہے جو اس کے اہل ہوں، ہر کس وناکس کو اس میں شرکت میں اجازت نہیں، اکثر دیکھا گیا ہے کہ داڑھی مونڈھے، غیر شرعی لباس میں ملبوس حضرات کے علاوہ خواتین بھی بے پردگی سے مردوں کے روبرو بیٹھ کر بڑے ذوق وشوق سے سماع سنتی ہیں، یہ غیر شرعی طریقہ ہے۔ یہ بھی مشاہدہ میں آیا ہیکہ بعض لوگ سماع میں اِس طرح ناچنا شروع کردیتے ہیں جیسے ان پر کوئی حال یا کیفیت طاری ہوگئی ہو، اور دوسروں کو بزبانِ حال یہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جس طرح اللہ والے رقص کرتے تھے، ہم بھی انہی کے نقشِ قدم پر چل کر رقص کررہے ہیں، حالانکہ ان کی ظاہری حالت اور وضع قطع سے معلوم ہوتا ہے کہ طریقت تو درکنار یہ لوگ شریعت کے بھی پابند نہیں، اس سے بھی حفاظت ضروری ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر ۱۴ پر۔۔۔۔

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

جب بھی بہ چشمِ نم میں سراپا دعا ہوا
جب بھی طلب کیا تیرے در سے عطا ہوا

مجھ پر ہے تیرے نام کی کتنی نوازشیں
لب وا ہوئے تو دل سے ہر اک غم ہَوا ہوا

ہر سمت تیری شانِ کریمی ہے جلوہ گر
ہر سو ہے تیرے نام کا میلہ سجا ہوا

آنکھوں سے دور رہ کے بھی شہ رگ کے پاس ہے
تو ہو کے لامکاں بھی دل میں بسا ہوا

کِشتِ خیال مدتوں بنجر رہی مگر
تیرا کرم ہوا تو ہر سبزہ ہرا ہوا

انٹرنیٹ سے ماخوذ۔۔۔

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

خوشبو ہے دو عالم میں تیری اے گُل چیدہ
کس منہ سے بیاں ہوں تیرے اوصافِ حمیدہ

تجھ سا کوئی آیا ہے نہ آئے گا جہاں میں
دیتا ہے گواہی یہی عالم کا جریدہ

مضمر تیری تقلید میں عالم کی بھلائی
میرا یہی ایمان یہی میرا عقیدہ

اے رحمتِ عالم تیری یادوں کی بدولت
کس درجہ سکوں میں ہے میرا قلب تپیدہ

یوں دور ہوں تائبؔ میں حریمِ نبوی سے
صحرا میں ہو جس طرح کوئی شاخِ بریدہ

انٹرنیٹ سے ماخوذ۔۔۔

توبہ اور بیعت

شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ، بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد

انوارِ شیخ الاسلام

فوائد الفؤاد کی مجلس ۲۱/ذیقعدہ ۷۱۸ ہجری میں مذکور ہے کہ جو شخص شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا ہے اور بیعت کرتا ہے تو وہ خدائے تعالیٰ کے ساتھ عہد و پیمان ہے، چاہئے کہ اس پر ثابت رہے، اور اگر اس سے پریشانی ہوتی ہے تو اپنی حالت پر ہی رہے شیخ کا ہاتھ پکڑنے کی کیا ضرورت۔ اس کے بعد فرمایا کہ: میں جب شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس سرہ العزیز کی خدمت میں پہونچا اور بیعت سے مشرف ہوا تو واپسی کے وقت راستہ میں مجھے شدت سے پیاس لگی، ہوا نہایت گرم تھی، اور پانی دور تھا، اسی حالت میں چلا جارہا تھا کہ ایک شخص نظر آیا جس کو میں پہچانتا تھا' اس کے پاس جاکر کہا کہ میں پیاسا ہوں' کیا یہاں پانی مل سکتا ہے؟ اس نے تپاک سے مل کر کہا: اس برتن کو لیجئے اور پانی پی لیجئے! میں نے دیکھا کہ اس میں شراب یا بھنگ ہے، میں نے اس کے پینے سے انکار کیا، اس نے کہا کہ اس مقام میں دور دور تک کہیں پانی نہیں ہے اور آگے بھی پانی نہیں ہے، اگر یہ تم نہ پیوگے تو ہلاک ہوجاؤ گے! میں نے کہا: خیر یہی ہوگا کہ میں مرجاؤں گا، جو کچھ ہونا ہے ہورہے گا مگر میں یہ نہیں پی سکتا، اس لئے کہ میں نے شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے اور اقرار کیا ہے کہ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ یہ کہہ کر وہاں سے چلا، اور تھوڑی دور پر مجھے پانی مل گیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ خواجہ حمید سوالی جب خواجہ معین الحق والدین چشتی قدس سرہ العزیز سے بیعت کرکے اپنے گھر آئے تو قدیم دوست آشنا جمع ہوئے اور کہا کہ چلئے ذوق حاصل کریں! خواجہ حمید نے کہا کہ میں نے اپنا ازار بند ایسا مضبوط باندھا ہے کہ قیامت میں بھی حورانِ بہشت پر نہ کھولوں گا۔

اور اسی کی مجلس ۲۰/جمادی الاولیٰ میں لکھا ہے کہ: حضرت محبوبِ الٰہی نے فرمایا کہ: ایک مطربہ ''قمر'' نام نہایت حسن و جمال میں شہرۂ آفاق تھی، آخر عمر میں شیخ شہاب الدین سہروردی کے ہاتھ پر بیعت کرکے زیارتِ کعبہ کے لئے گئی، جب واپسی میں ہمدان کو پہنچی تو والیٔ ہمدان نے اس کی خبر سن کر اس کو بلوایا، اس نے کہا کہ میں اس کام سے توبہ کرچکی ہوں! والی نے اس کا عذر قبول نہ کیا، آخر وہ عورت عاجز ہوکر شیخ یوسف ہمدانی کی خدمت میں گئی اور واقعہ بیان کیا، شیخ نے فرمایا: آج رات کو میں تمہارے معاملہ میں مشغول ہوں گا اور کل جواب دوں گا! صبح ہی وہ عورت شیخ کی خدمت میں پھر حاضر ہوئی، شیخ نے فرمایا کہ: ابھی تمہارے خانۂ تقدیر میں ایک معصیت باقی ہے۔ عورت عاجز ہوگئی اور ملازمین اسے بادشاہ کے پاس

لے گئے اور ایک چنگ لاکر اس کو دیا، اس نے چنگ کو درست کرکے گانا بجانا شروع کیا، چند اشعار پڑھے تھے کہ سب پر حالت طاری ہوئی اور بادشاہِ ہمدان نے سب سے پہلے توبہ کی۔ اب غور کیجئے کہ بیعت کا کس قدر اثر ہوتا تھا کہ مرجانا قبول، مگر خلافِ شرع بھنگ وغیرہ پینا ناگوار۔ اسی وجہ سے ان حضرات کی بیعت پر ثمرات مرتب ہوا کرتے تھے۔ حضرت محبوبِ الٰہی قدس سرہ تو مقامِ محبوبیت پر فائز ہونے والے تھے بلکہ ازلی محبوب تھے ہی ان کی ہمت اگر بلند تھی تو چنداں تعجب کی بات نہیں، اس کسی کا حال آپ نے دیکھ لیا کہ بیعت کے بعد پھر گناہ کا کبھی ارادہ نہ کیا، اس علوئے ہمت اور بیعت پر قائم رہنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر گناہ کیا بھی تو اس گناہ کے طفیل میں بادشاہ اور اس کے مصاحبین کو توبہ کراکے چھوڑا۔

نفحات الانس میں مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نے حضرات خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ کے حال میں لکھا ہے کہ آپ نے مریدین کو فرمایا کہ : اپنے نفس کو متہم بنا رکھو، جو شخص بعنایتِ الٰہی اپنے نفس کی بدی کو پہچانے اور اس کے مکروکید کو جانے اس پر یہ کام یعنی نفس کو متہم سمجھنا آسان ہے! سالکانِ طریقت ایسے بہت گزرے ہیں کہ دوسرے کے گناہ کو اپنے ذمہ لے کر اس کا بار اٹھایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کہ ہمارا طریقہ متابعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مضبوط پکڑنا اور صحابہ کے آثار کا اقتداء کرنا ہے، اسی طریقے میں تھوڑے عمل سے زیادہ فتوح ہوتی ہیں۔

ہمارے زمانے کے بعض حضرات صاف کہتے ہیں کہ ہمیں نماز، روزہ وغیرہ عبادات کی ضرورت نہیں، ہم نے ترکِ وجود کردیا ہے۔ اور اس پر اس شعر سے استدلال کرتے ہیں :

نمازِ عاشقاں ترکِ وجود است
نمازِ زاہداں سجدہ سجود است

اور مریدین بھی اپنے پیر کے مسلک پر مرفوع القلم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں!! اگر فی الحقیقت مرفوع القلم ہیں، یعنی عقل وادراک جاتا رہا ہے اور اچھے برے میں تمیز باقی نہیں رہی جس طرح مجذوبوں کا حال ہوتا ہے تو ان کا مرفوع القلم ہونا درست ہے، اور اگر یہ حالت نہیں ہے بلکہ وہ اپنے دعوے پر دلائل وغیرہ قائم کرتے ہیں تو وہ عند اللہ مرفوع القلم نہیں ہوسکتے۔ دیکھئے حضرت حسین بن منصور حلاجؒ باوجود یکہ ''انا الحق'' کہتے تھے اور ان کو قتل کی دھمکیاں دی گئیں، چنانچہ آخر کار بفتوائے جنید بغدادیؒ وغیرہ اکابر صوفیہ وعلماء اسی قول کی وجہ سے وہ دار پر چڑھائے گئے، مگر عبادت کو انہوں نے کبھی ترک نہ کیا۔ نفحات الانس میں لکھا ہے کہ: باوجود دعوائے ''انا الحق'' کے ہر شبانہ روز وہ ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، چنانچہ جس صبح وہ قتل ہوئے اس رات میں پانچ سو رکعت نماز انہوں نے پڑھی تھی۔

تنبیہ المغترین میں امام شعرانیؒ نے لکھا ہے کہ: صوفیہ کے اخلاق میں سے کثرت سے توبہ واستغفار بھی ہے، کیونکہ وہ اس امر کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ اپنے افعال گناہ سے سالم نہیں رہ سکتے، کم سے کم خشوع اور مراقبہ میں نقص ہو ہی جاتا ہے۔ سلف صالح اسی طریقہ پر تھے۔ ہمارے زمانے میں بعض صوفیہ اس کے خلاف میں ہیں۔ یہاں تک کہ بعض صوفیہ سے یہ کہتے سنا ہے کہ: ہم وہ قوم ہیں کہ بحمد اللہ ہم پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ میں نے کہا: کیونکر؟ کہا: اس وجہ سے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی فاعل ہے، نہ کہ ہم۔ میں نے کہا: جب تو تم پر توبہ اور استغفار واجب ہے کیونکہ تم نے جمیع ارکانِ شریعت کو منہدم اور حدودِ شرعیہ کو باطل کردیا، قسم ہے

اللہ کی! اگر مجھے حکومت حاصل ہوتی تو تم جیسے لوگوں کی گردنیں مارتا، کیونکہ کُل انبیاء اور جمیع اکابرِ دین جانتے تھے کہ اللہ ہی خالقِ افعال ہے اور باوجود اس کے کوتاہیوں پر اتنا روتے تھے کہ ان کے آنسوؤں سے گھانس اُگتی تھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ہیں کہ کیا تمہاری بیماری اور دوا کی خبر نہ دوں؟ تمہاری بیماری گناہ ہیں اور دوا استغفار۔ انتہیٰ ملخصاً۔ دیکھے امام شعرانیؒ اولیاء اللہ میں سے ہیں اور تمام صوفیہ سلف کے حال کی خبر دے رہے ہیں کہ سب کثرت سے استغفار اور توبہ کیا کرتے تھے۔ تو ہم لوگوں کو گناہ سے احتراز کرنے اور اس سے توبہ و استغفار کرنے کی کس قدر ضرورت ہے۔

جامیؒ نے نفحات الانس میں شیخ ابو الحسن شاذلیؒ کے حال میں لکھا ہے کہ ان کا بیان ہے کہ: میں نے غار میں قیام کیا اور وصول الی اللہ طلب کر کے دل میں کہتا تھا کہ کل فتح ہوجائے گی، یکا یک ایک شخص آیا، میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ کہا: عبد الملک! میں سمجھ گیا کہ وہ اولیاء اللہ سے ہیں، میں نے کہا: آپ کا کیا حال ہے؟ کہا: آپ کا کیا حال؟ آپ کا کیا حال؟ آپ کا کیا حال؟ اس شخص کا کیا حال ہوگا جو کہتا ہے کہ کل فتح ہوجائے اور پرسوں فتح ہوجائے، نہ ولایت ہے نہ فلاح، اے شخص! خدائے تعالیٰ کی عبادت خاص خدائے تعالیٰ کے لئے کیوں نہیں کرتا؟ میں اس وقت سمجھ گیا کہ یہ بزرگ خاص تعلیم کے لئے بھیجے گئے ہیں، میں نے اُسی وقت توبہ کی اور استغفار کیا، اس کے بعد فتح یاب بھی ہوگیا۔

دیکھئے ان حضرات کو دِلی خطرات اور خیالات پر توبہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، برخلاف اس کے کھلے کھلے گناہ' جن کے خلافِ مرضیٔ الٰہی ہونے میں ذرا بھی شک نہیں ہوسکتا' اِن گناہوں سے توبہ نہ کی جائے تو کہئے کہ فتح یابی جو پیری مریدی سے مقصود ہے' کیونکر ہوسکے۔

اخبار الاخیار میں شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے حضرت خواجۂ بزرگ معین الدین چشتی قدس سرہ العزیز کے حال میں آپ کا ارشاد نقل کیا ہے: شقاوت کی علامت یہ ہے کہ آدمی معصیت کرے اور امید رکھے کہ میں مقبول ہوں گا۔ یہ ارشاد خاص اہلِ طریقت سے متعلق معلوم ہوتا ہے، کیونکہ مقبولیت کی گفتگو اسی طبقہ میں ہوتی ہے، اور ہونا بھی چاہئے، اس لئے کہ یہ حضرات دنیا کے کام دھندے چھوڑ کر خدائے تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، یعنی ذکر و شغل وغیرہ میں اکثر اوقات مشغول رہتے ہیں، اس کے بعد ضرور یہ امید پیدا ہوتی ہے کہ اپنی محنت و جاں فشانی رائیگاں نہ جائے گی اور ہم مقبولِ بارگاہِ کبریائی ہوں گے۔ اِن حضرات کو حضرت خواجۂ بزرگ فرماتے ہیں کہ: یہ علامتِ شقاوت ہے، مقبول تو وہی لوگ ہوتے ہیں جو کوئی کام خلافِ مرضیٔ الٰہی نہیں کرتے، اور اگر بمقتضائے بشریت کرلیا تو اس کی معذرت اور توبہ کرتے ہیں، بخلاف اس کے کہ خلافِ مرضیٔ الٰہی کام بھی کریں اور امید رکھیں کہ ہم مقبولِ الٰہی ہیں! اِس قسم کا خیال پیدا ہونا ضرور شقاوت کی علامت ہے۔ اور یہ بھی ارشاد حضرت کا نقل کیا ہے کہ: از منزل گاہ قرب نزدیک نشود مگر بفرماں برداری در نماز، زیرا کہ معراجِ مومن ہمیں نماز است۔

دیکھئے قرآنِ شریف میں اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ یعنی "نماز کو قائم کرو" کتنی جگہ وارد ہے، اور احادیث میں کس قدر اس کا اہتمام ہے، یہاں تک کہ نماز کو قصداً ترک کرنے والے کو آنحضرت ﷺ نے کافر تک فرمادیا۔

غرض کہ فرمانبرداری نماز' ضروریاتِ دین سے ہے، اِسی وجہ سے خواجۂ بزرگ قدس سرہ نے صاف فرمایا کہ بغیر نماز کے تقربِ الٰہی حاصل نہیں ہوسکتا۔ اب اگر تاویل کر کے کوئی نماز ہی دوسری قرار دی جائے تو فرقۂ باطنیہ اور صوفیہ میں فرق ہی کیا ہوا؟ انہوں نے بھی ایسے ہی تاویلیں

کر کے تمام عبادات کو ساقط اور زنا وغیرہ کو مباح کر دیا تھا۔
اخبار الاخیار میں شیخ نصیر الدین محمودؒ خلیفۂ محبوبِ الٰہی قدس سرہ کے حال میں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: من چہ لائقم کہ شیخی کنم، امروز خود ایں کار بازی بچگاں شد، بعد از بیت ثنائی خواند:

مسلماناں مسلماناں مسلمانی مسلمانی
ازیں آئینِ بے دیناں پشیمانی پشیمانی

دیکھئے! اِس زمانہ کی مشائخی کو آپ نے بچوں کا کھیل قرار دیا، وہ اِسی قسم کی مشائخی ہوگی کہ ضروریاتِ دین سے جس کو کوئی تعلق نہ ہو۔
اور آپؒ کا قول اس میں نقل کیا ہے کہ: بیعت کے وقت جو سر کے بال تراشے جاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی نے طریقت میں قدم رکھا تو گویا اس نے اس راہ میں اپنا سر کٹا دیا، اور سر بریدہ سے کوئی کام وجود میں نہیں آسکتا، تو چاہئے موئے سر تراشیدہ سے بھی کوئی نامشروع کام وجود میں نہ آئے۔ دیکھئے طریقت میں اس امر کی کس قدر ضرورت ہے کہ خلافِ شرع کام ترک کرنے کے لئے بیعت سے پہلے گویا ایسا اقرار لیا جاتا تھا۔
(مقاصد الاسلام، حصہ ہشتم، ص ۱۲۸ تا ۱۳۳)

۞۞۞

صفحہ نمبر ۹ کا بقیہ.....

خلاصۂ کلام: زیارتِ قبور مسنون و مستحب عمل ہے، اِس میں کسی کو اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ قبروں کی زیارت کرے اور ان سے عبرت لے کر اپنی آخرت کی فکر کرے۔ زیارت کے تمام شرائط و آداب کو ملحوظ رکھیں، نہ اتنا غلو کریں کہ زیارتِ قبور کو واجب و فرض کے درجہ میں رکھیں، اور نہ اتنی تفریط کریں کہ زیارتِ قبور کو ناجائز بلکہ حرام اور شرک تصور کریں۔ شریعتِ مطہرہ نے زیارتِ قبور کو جو درجہ دیا ہے، اسے اُسی درجہ پر برقرار رکھتے ہوئے زیارت کریں۔ ان شاء اللہ اِس سے آخرت کا توشہ تیار کرنے میں ضرور مدد ملے گی۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ اور طفیل میں ہم سب کو صراطِ مستقیم پر گامزن رکھے۔
آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

۞۞۞

صفحہ نمبر ۱۵ کا بقیہ.....

اگر مستعیر نے کسی کا گھوڑا عاریۃً لیا ہے، اور اُس کو استعمال کے بعد مالک کے اصطبل میں پہونچا دیا، اصطبل میں پہونچ جانے کے بعد اگر گھوڑا ہلاک ہوجاتا ہے، تو مستعیر پر ضمان نہ ہوگا۔
اسی طرح اگر کوئی آدمی کسی شخص کی گاڑی یا دیگر سواری عاریت کے طور پر لیتا ہے، اور استعمال کے بعد اُس سواری کو مالک کے کارخانے، موٹر گیاریج یا ایسی جگہ پہونچا دیتا ہے جہاں مالک اپنی سواریاں رکھتا ہے، تو وہ بری الذمہ ہوجائے گا۔ اگر سواری، موٹر گیاریج میں آنے کے بعد خراب ہوجائے یا ہلاک ہوجائے تو مستعیر پر ضمان لازم نہیں آئے گا۔
اسی طرح مستعیر کوئی چیز عاریۃً لیا تھا، اور استعمال کے بعد اُس چیز کو مالک کے حوالہ نہ کیا بلکہ اُس کے گھر تک پہونچا دیا، تب بھی وہ ضامن نہ ہوگا۔
یہ عاریت کے کثیر الوقوع مسائل ہیں، دیگر دقیق مسائل کے لئے علمائے کرام سے رجوع کریں۔

۞۞۞

عاریت کے مسائل

یہ مسائل، فقہ حنفی میں علامہ ابوالحسن احمد بن محمد القدوری البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''المختصر للقدوری'' سے لئے گئے ہیں۔

دینِ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے' جس میں انسانی زندگی کے ہر مسئلہ کا حل موجود ہے۔ ہر وہ مسئلہ جو انسانی زندگی میں درپیش ہوتا ہے' اسلام اُس کی رہنمائی کرتا ہے۔

انسان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں، اس گزر بسر میں بسا اوقات ایک آدمی کو دوسرے آدمی کی کسی چیز کے استعمال کی ضرورت پڑتی ہے' جسے وہ چند دن یا تھوڑی دیر استعمال کرکے اُس کے مالک کو واپس لوٹا دیتا ہے' اِسی کو اصطلاحِ شرع میں ''عاریت'' کہتے ہیں۔ شریعتِ مطہرہ نے اِس معاملہ کے بھی باضابطہ قواعد مقرر کئے ہیں، جس پر عمل پیرا ہونے میں ہی انسانیت کی بھلائی ہے۔

اصطلاحات : عاریت کا لفظی معنیٰ ''عطیہ'' ہے۔ اصطلاحِ شرع میں کسی کو اپنے مال کے نفع کا مالک بنانے کو عاریت کہتے ہیں۔ جو شخص اپنے مال سے کسی دوسرے کو نفع اٹھانے کی اجازت دیتا ہے' اُسے ''مُعِیر'' کہتے ہیں' جو شخص کسی دوسرے کے مال کو عاریۃً لیتا ہے' اُسے ''مُستعیر'' کہتے ہیں، اور جس مال کے نفع کا مالک بنایا جارہا ہے' اُسے ''مستعار'' کہتے ہیں۔

مستعیر پر لازم امور: مالِ مستعار' مستعیر کے ہاتھ میں ایک امانت ہے، اگر بغیر ظلم و زیادتی کے وہ ہلاک ہوجاتی ہے' تو مستعیر پر ضمان لازم نہیں آئے گا، مستعیر' مالِ مستعار کو کسی دوسرے شخص کو اجرت پر نہیں دے سکتا، اگر اجرت پر دے اور شئی ہلاک ہوجائے تو مستعیر اُس کا ضامن ہوگا، یعنی اُسی کے مثل دوسری شئی یا اُس کی قیمت مُعیر یعنی اس کے اصل مالک کے حوالہ کرنا ہوگا۔

اگر مستعیر کسی سے زمین عاریۃً لیتا ہے' تاکہ اُس پر عمارت بنائے یا درخت وغیرہ اُگائے' تو یہ جائز ہے۔ معیر یعنی اصل مالک کو یہ حق حاصل رہے گا کہ وہ جب چاہے' مستعیر سے وہ زمین واپس لے سکتا ہے' اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ کیا عاریت کو کسی وقت کے ساتھ قید کیا تھا یا نہیں؟ اگر وقت کے ساتھ قید کیا تھا' اور معیر وقت سے پہلے اپنی زمین واپس مانگتا ہے' تو اس صورت میں اُس زمین پر بنائی گئی عمارت کو ہٹانے اور درخت وغیرہ کو اکھاڑنے میں جو روپیہ خرچ ہوگا' وہ معیر کے ذمہ ہوگا' مستعیر پر ضمان لازم نہیں آئے گا۔ اگر عاریت کو کسی وقت کے ساتھ قید نہ کیا تھا' بلکہ مطلق رکھا تھا تو اس صورت میں اگر معیر اپنی زمین واپس مانگتا ہے تو اُس زمین کو اُس عمارت یا درخت وغیرہ سے خالی کرنے کا خرچ مستعیر کے ذمہ ہوگا۔

درہم و دینار' روپیہ پیسہ' اسی طرح ناپے اور تولے والی اشیاء' مثلاً چاول' گیہوں وغیرہ قرض کے حکم میں ہیں، اگر یہ چیزیں عاریۃً لیں' تو بعد میں اُس کی قیمت ادا کرے، کیوں کہ مستعیر بعینہٖ یہ چیزیں لوٹانے سے قاصر رہے گا۔ مالِ مستعار کو اُس کے مالک پر پہنچانے میں جو کچھ بھی خرچ لگے گا' وہ مستعیر کے ذمہ ہوگا۔

بقیہ صفحہ نمبر پر ۱۴...

ساری مِلک اللہ کی ہے

اخلاق و تربیت

کائنات کا دستور ہے کہ اگر کوئی شخص، کسی چیز کو بناتا ہے تو وہی اُس کا مالک کہلاتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ شئی کا خالق کوئی اور ہو، اور اُس کا مالک کوئی اور۔ یہ الگ بات ہے کہ اگر مالک اپنی مرضی سے کسی وہ چیز عطا کردے، تو پھر جس شخص کو عطا کیا جارہا ہے، وہ شخص اُس شئی کا مالک ہوگا۔

یہ ساری کائنات، اللہ وحدہ لاشریک لہ کی تخلیق کردہ ہے، کائنات کا ایک ایک ذرہ اُسی کی تخلیق کا شاہکار ہے، اِس لئے اِس ساری کائنات کا خالق و مالکِ حقیقی، ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔

وہی سارے عالم کا مالک ہے، کائنات کے ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز اُسی کی مِلک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں جابجا اپنے مالک ہونے کا دعویٰ کیا ہے، فرمایا: لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ○ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، وہ صرف اللہ ہی کی مِلک ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار آیتیں اس بات پر شاہد ہیں۔

تمام کائنات کے قطعِ نظر، اگر ہم صرف اپنی ذات پر ہی غور کریں، تو معلوم ہوگا کہ خود ہماری ذات میں ہمارا کچھ نہیں۔ یہ آنکھ، کان، ناک، منہ، لب و دندان، ہاتھ، پیر قلب، روح وغیرہ، یہ تمام چیزیں اللہ کی مِلک ہے، اور اللہ، ان سب کا مالک ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ ساری مِلک اللہ کی ہے، تو پھر ہمارے پاس کیا کر رہی ہیں؟

جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری آزمائش کی خاطر یہ چیزیں ہمارے پاس امانت رکھا ہے، ایک دن حساب کا آنے والا ہے، اُس دن ان امانتوں کے متعلق پوچھ ہوگی۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ○

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ○

ہمارا کام یہ ہے کہ اللہ کی ان امانتوں کو اللہ کے منشاء و مرضی کے مطابق استعمال کریں، اپنے نفس کے منشاء کے مطابق نہیں، اور ہر دم اُس کی مِلک کو اُس کے حوالے کرتے رہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ کس طرح ان چیزوں کو مالکِ حقیقی کے منشاء کے مطابق استعمال کیا جائے اور ہر دم اُس کے حوالے کس طرح کرتے رہیں؟ تو جواب یہ ہے ' کہ یہ ایک علم ہے، ایک فن ہے، جو فن والے کی صحبت میں رہ کر سیکھا جاتا ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ اُس فن والے کی تلاش کریں اور اُس کی صحبت کو لازم کرلیں، جو ہم کو اللہ کی امانتوں کو اُس کے منشاء سے استعمال کرنے اور ہمہ وقت اُس کے حوالے کرتے رہنے کا ہنر سکھائے۔ اللہ ہم سب کو توفیق دے۔

میرا مجھ میں کچھ نہیں، جو کچھ ہے سو تیرا
تیرا تجھ کو سونپنے میں، کیا جاتا ہے میرا

استغفار: شرائط وآداب

حضرت محدثِ دکن ابو الحسنات سید عبد اللّٰہ شاہ نقشبندی رحمہ اللّٰہ

استغفار یہ ہے کہ زبان سے استغفر اللہ کہے اور دل میں نادم اور پشیمان ہوکر اللہ تعالی سے معافی مانگے ۔ یہ کیا مشکل کام ہے!! شاید یہ خیال ہو کہ اب توبہ کریں پھر کوئی گناہ ہوجائے تو کیا فائدہ؟ یہ شیطانی وسوسہ ہے، سچے دل سے توبہ کرو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا مصمم ارادہ کرلو ان شاء اللہ تعالی تم سے کوئی گناہ سرزد ہی نہ ہوگا۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ

ترجمہ: گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس سے کوئی گناہ ہی نہ ہوا ہو۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکرالتوبۃ، حدیث نمبر: 4240، مجمع الزوائد، ج10، ص200)

توبہ واستغفار کرنے سے اس وقت تک کے تمام گناہ معاف ہوگئے، نہ صرف گناہ معاف ہوئے بلکہ اعمال نامہ سے بھی مٹادئے گئے۔ تقاضۂ بشریت سے اگر پھر گناہ ہوگیا تو پھر معافی مانگ لیں۔

بغیر توبہ واستغفار جو عبادت کی جاتی ہے وہ رائگاں تو نہیں جاتی مگر مغفرت مانگنے کے بعد جو عبادت کی جاتی ہے اس کی شان ہی کچھ اور ہوتی ہے۔

اکثر لوگ صرف زبان سے استغفار کہتے ہیں اس سے کیا ہوتا ہے؟ حدیث شریف میں اس سے متعلق جو الفاظ وارد ہیں وہ کہیں جو یہ ہیں: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ۔ یہ استغفار یاد کرلو، اگر یہ یا اور کوئی استغفار یاد نہ ہوسکے تو صرف اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ کہہ دیا کرو، اس کے معنی یہ ہیں کہ: الٰہی میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔

روزآنہ رات میں جب بستر پر سونے کے لئے لیٹ جائیں تو تین مرتبہ استغفار پڑھ لیں، اس عمل سے تمام دن بھر کے گناہ نامۂ اعمال سے مٹادئے جاتے ہیں اگرچہ کہ وہ سمندروں کے کف کے برابر ہی کیوں نہ ہوں، یا صحرا کی ریت کے برابر یا درختوں کے پتوں کے موافق یا دنیا کے دنوں کے مساوی۔

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر عرض کیا: اے اللہ تعالی کے پیارے نبی! مجھ کو کوئی ایسا عمل بتلائے کہ اس پر کاربند ہوکر سیدھا جنت میں چلا جاؤں! آپ نے ارشاد فرمایا: ٹھر! تھوڑی دیر کے بعد اس نے پھر وہی عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ نماز عصر سے پہلے تیس مرتبہ پورا استغفار پڑھا کر تیرے ستر سال کے گناہ معاف ہوجائینگے۔ اس نے کہا میری اتنی عمر کہاں ہے یا رسول اللہ: تو ارشاد فرمایا تیرے ماں باپ کے ستر برس کے گناہ، تیرے بھائیوں کے ستر برس کے گناہ بخش دئے جائیں گے۔

حدیث شریف: حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اپنے اوپر روزآنہ استغفار پڑھنا لازم کرلے اس کے لئے اللہ ہر تنگی اور ہر رنج وغم سے نجات کی سبیل مہیا کریں گے، اور اس کو ایسی جگہ سے روزی پہونچائیں گے جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو۔

اور فرمایا تم میں سے کسی کے گناہ زیادہ ہوں تو سحر (قبل فجر) کے وقت استغفار کیا کریں۔ اور فرمایا ہر مرض کی دواء ہے اور گناہوں کی دوا استغفار ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی جب گناہ کرتا ہے اور پھر اس کے بعد ایک لمحہ کے لئے نادم ہوکر توبہ واستغفار کرتا ہے تو اس سے گناہ فی الفور ساقط ہوجاتے ہیں۔

ندامت کے بغیر استغفار کرنا اللہ تعالی کے ساتھ بے ادبی کرنا ہے ،لیکن وہ اس سے واقف نہیں تھا کہ وہ کیسے بڑے گناہ کا مرتکب ہورہا ہے۔

کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور درود شریف وتلاوت کلام مجید اور دیگر اذکار و وظائف مثل عطر کے ہیں اور توبہ واستغفار مثل صابن کے، پہلے صابن کا استعمال کرکے عطر لگائیں تو عطر کا لطف آتا ہے۔

حدیث شریف : حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ کے مرنے اور جنت میں جانے کے بعد اللہ تعالی اس کے مدارج بلند فرماتے ہیں، بندہ کہتا ہے میں نے یہ عمل نہیں کیا تھا یہ درجہ مجھ کو کس طرح ملا؟ جواب ملتا ہے تیری اولاد نے تیرے لئے استغفار کیا تھا یہ اس کا صلہ ہے۔

روزانہ نماز عصر سے پہلے تیس یا بعد نماز مغرب ستر مرتبہ استغفار جو اوپر درج ہے پڑھنا، ستر سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ جب بندہ استغفار کرتا ہے تو زمین وآسمان کے درمیان ستر قنادیل نور کے روشن ہوجاتی ہیں، منادی اس سرے سے اس سرے تک ندا کرتا ہے کہ:

لوگو آگاہ ہوجاؤ! کہ غلام نے اپنے آقا سے معذرت کرلی ہے۔ اللہ تعالی کو کوئی آواز ایسی پیاری معلوم نہیں ہوتی سوائے اس گنہگار بندہ کی آواز کہ جب وہ استغفار کرتا ہے اور ''رب رب'' کہتا ہے ۔ اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں ''میرے بندے میرے بندے''۔ اور اپنے والدین آباء و اجداد مرحومین کے لئے بھی ضرور دعائے مغفرت و استغفار کرنا چاہئے، جس کی وجہ سے ان کی مغفرت اور مدارج بلند ہوتے ہیں، کسی عمل کے متعلق پورے طور پر یہ کہا نہیں جاسکتا ہے کہ وہ مقبول بارگاہ ایزدی ہوا ہے یا نہیں ،لیکن درود شریف واستغفار سے متعلق یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص درود شریف پڑھے گا یا استغفار کرے گا وہ قبول اور اس کی مغفرت ہوجائیگی۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس بندہ کے دل میں اللہ تعالی استغفار کرنے کی توفیق عطاء فرماتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ پروردگار عالم چاہتے ہیں کہ اس پر عذاب نہ کریں۔

روایت ہے کہ اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں: تمام مخلوقات میں سے میرے محبوب وہ بندے ہیں جن میں تین وصف ہوں:

(1) صرف اللہ تعالی کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔

(2) ان کے دل مسجدوں میں لگے رہتے ہیں۔

(3) جو صبح کے وقت استغفار کیا کرتے ہیں۔

عذاب الٰہی نہ آنے کا ایک سبب استغفار بھی ہے۔

شرائط استغفار:

(1) دل سے معافی مانگنا اور زبان سے استغفار کرتے رہنا۔

(2) بار بار معافی مانگنا اور استغفار کرتے رہنا۔

(3) جو گناہ ہوئے ہیں آئندہ نہ کرنے کا تہیہ کرلینا۔

جو نمازیں قضا ہوئی ہیں وہ اداء کردینا۔ اور حقوق العباد اداء کرنا یا معاف کروالینا۔

استغفار کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ دل میں نادم ہوکر زبان سے استغفار کہنا۔ اور یہ بھی استغفار ہے کہ ان مقامات میں جایا کریں جہاں مغفرت ہوتی ہے اور نیک اعمال کی توفیق، مثلا جہاں ذکر الٰہی یا مواعظ کی مجالس ہوں ۔ بزرگوں کی ہم نشینی بھی بڑی نعمت ہے۔

(ماخوذ)

طرزِ معاشرت اور اسلامی نقطۂ نظر

زین الفقہاء مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب حفظہ اللہ، شیخ الجامعہ، جامعہ نظامیہ حیدرآباد

اگر کوئی مسلمان فکرِ آخرت سے غافل ہوجائے تو اس کے تمام معیارات اور تمام اعتبارات ناقص اور ناتمام ہیں۔ آخرت کی زندگی کا تصور ہی صلاح وفلاح کا ضامن ہے۔ اسی سے اچھائی اور برائی کا معیار قائم ہوتا ہے۔ اسی سے خیر وشر کا امتیاز ہوتا ہے۔ اسی سے انسانی زندگی کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ بعض اللہ والوں کی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ دنیوی اعتبار سے وہ مصیبت، تنگی اور فاقہ کشی کی زندگی بسر کی۔ ان تمام مصیبتوں کو آخرت کی خاطر برداشت کرتے رہے، کیوں کہ آخرت کی زندگی ہی ان کے پیشِ نظر تھی۔

آج ہم اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں کہ ہماری زندگی کس نہج پر بسر ہورہی ہے اور ہماری زندگی میں اسلاف کی زندگی کا کیا نمونہ پایا جاتا ہے۔ اگر ہم صحیح طور پر غور وفکر کریں تو معلوم ہوگا کہ سلف صالحین کی زندگی میں اور ہماری زندگی میں بہت بڑا تفاوت ہے۔ وہ حضرات اپنے گھر کو اللہ کے ذکر اور آدابِ شریعت سے آباد رکھے۔ گھروں میں اللہ کا ذکر ہوتا، قرآنِ مجید کی تلاوت ہوتی، درودِ شریف کی محفلیں ہوتیں، صالحین کے تذکرے ہوتے اور شریعت کے احکام کی یاددہانی ہوتی اور اس کے مطابق عمل کرنے کی تلقین ہوتی اور اگر کہیں کچھ خطا و بھول ہو تو اس کی اصلاح کی کوشش ہوتی۔ لیکن آج کا ہمارا ماحول یکلخت بدل گیا۔ ہم عملی طور پر ان چیزوں کو اختیار کرنے کے بجائے یہ تصور کرلئے ہیں کہ مصیبت سے نجات پانے کے لئے کسی عامل کے پاس چلے جائیں اور اس کی مقررہ فیس دے کر اس سے خواہش کریں کہ تو خود عمل کرلے اور ہماری مصیبت کو دور کر۔ ہم اپنے طور پر کچھ کرنا نہیں چاہتے۔

یہ کوئی جسمانی علاج نہیں ہے کہ کوئی ڈاکٹر سے رجوع ہوکر دوا تجویز کرالے۔ یہ روحانی اور شرعی معاملات ہیں۔ اس میں انسان کو خود عمل کرنا ہوتا ہے۔ خود کے عمل سے اس کی زندگی میں برکتیں ملتی ہیں۔ مصیبتیں دور ہوتی ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے [إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ (ہود:۱۱۴)] دوسروں کے عمل پر بھروسہ کرنا اور یہ سمجھنا کہ اس کی وجہ سے ہماری زندگی کامیاب ہوجائے گی، غلط ہے۔ ہر آدمی کو اپنے طور پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

اگر ہمارے گھرانے قرآنِ مجید کی تلاوت، درودِ شریف کے ورد، حق گوئی، سچائی، انسانیت، ہمدردی، ایک دوسرے کا احترام اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائی کا التزام کرلیں تو ان کے گھروں میں یقیناً رحمتیں آئیں گی اور ان کے گھر خوشیوں سے آباد رہیں گے۔ ہم کسی پر ظلم کرلیں، کسی کا حق تلف کریں، جھوٹ، دھوکہ، فریب، غیبت، رشوت، حرام ذرائع اختیار کریں اور اس کے بعد یہ تصور کریں کہ ہماری زندگی میں خیر و برکت آئے، خوشی اور خوشحالی آئے، تو کہنا پڑتا ہے کہ

"ایں خیال است و محال است و جنوں"

ایسی صورت میں ہم اپنی زندگی کو کیسے کامیاب سمجھ سکتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ کچھ دنوں کے لئے چمک دمک آجائے اور دنیوی اعتبار سے کچھ بہار معلوم ہو لیکن یاد رہے کہ یہ پانی کا بلبلا ہے جو زیادہ دیر تک باقی نہیں رہ سکتا، بلکہ جلد ختم ہوجاتا ہے۔

عام طور پر یہ تصور پایا جاتا ہے کہ دنیا میں جینا ہے تو دنیا کا ساتھ دینا چاہئے ورنہ احتیاط اور تقویٰ کی زندگی اب کہاں ملتی۔ یہ خیال فاسد ہے۔ یہ فکر کا زوال ہے یا دوسروں کی تہذیب کا اثر ہے، ورنہ مسلمان ایسا کوئی تصور نہیں کرسکتا۔ مسلمان غلطی کرسکتا ہے، اس سے گناہ صادر ہوسکتے ہیں لیکن وہ

شریعت والی زندگی اور اس کی عظمت سے انکار نہیں کر سکتا۔ تقویٰ وطہارت والی زندگی ہر دور میں کامیاب رہی۔ اس کے لئے کسی وقت یا کسی زمانے کی تخصیص نہیں۔ ہم کو چاہئے کہ اپنی زندگی میں خیر و برکت لائیں اور خیر و برکت لانے کا طریقہ دوسروں کی طرف دیکھنا' دوسروں کی طرح دنیا کے پیچھے بھاگنا نہیں ہے بلکہ اپنی زندگی کو شریعت کے مطابق ڈھالنا اور اس کے احکام کے مطابق جدو جہد کرنا اور خدا کی ذات پر توکل کرنا ہے۔ اللہ ہی سے ہمیشہ خیر و برکت' رحمت و راحت' الفت و محبت اور امن وسکون کے طلب گار رہنا ہے۔ مسلمان قرآن سے وابستہ ہوجائیں اور صاحبِ قرآن کی سیرتِ طیبہ کو اپنالیں تو ان کی زندگی یقیناً کامیاب ہے اور ہر خیر سے معمور ہے اور ہر شر سے محفوظ ہے۔ اگر اس کے بجائے مقصد ایک بنائیں اور راستہ دوسرا اختیار کریں تو اس سے کامیابی کی کوئی صورت نہیں نکلتی بلکہ عبث محنت اور بے مقصد عمل کا شکار ہوجائیں گے۔ اس سے سوائے مشقت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ خوشحالی مسلمان کے لئے کیا ہے اور دوسروں کے لئے کیا ہے؟ دوسروں کے پاس مال و دولت کا جمع ہوجانا' عیش وعشرت اور عزت وشہرت کے ساتھ زندگی گذارنا ہی خوشحالی ہے۔ لیکن مسلمان کے نزدیک خوشحالی کا مفہوم بہت اعلیٰ ہے۔ وہ سب پہلے آخرت کی زندگی کو ترجیح دیتا ہے اس کے بعد دنیا کی زندگی کی طرف نظر ڈالتا ہے۔ اللہ ہم سب کو نیک توفیق دے۔

(بشکریہ روزنامہ اعتماد حیدرآباد۔ ۷/۴/۲۰۱۷ء)

جو حضرات واٹس اپ پر اِس مجلہ کو حاصل کرنا چاہتے ہیں،
وہ اِس نمبر پر MAJLIS لکھ کر بھیجیں۔
نوٹ : صرف اندرونِ ہند حضرات ہی زحمت کریں۔
9010859966

قارئین کی آراء

الحمدللہ! مجلس الأنوار کا علمی و اصلاحی ماہنامہ "مجلس الآنوار" کے پہلے شمارے کو پڑھ کر کئی حضرات نے ہم سے خوشی ومسرت کا اظہار کیا، اور ہماری حوصلہ افزائی فرمائی، جن میں اساتذہ جامعہ نظامیہ بھی شامل ہیں۔

حضرت مفکرِ اسلام زین الفقہاء مولانا مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ نے جب اِس مجلہ کے متعلق سنا تو اِن الفاظِ گرامی سے ہماری ہمت افزائی کی :

"ماشاءاللہ! اچھا ہے، کیا نام ہے اِس کا؟"

ہم نے کہا : "مجلس الآنوار" فرمایا : ماشاءاللہ! مجلس الآنوار!

آپ کے علاوہ استاذ محترم مولانا ڈاکٹر علیم الدین صاحب استاذ عربی جامعہ نظامیہ بایں الفاظ اپنے خیالات کا اظہار فرمایا:

"ماشاء الله جهود ممتاز يستحق التقدير والشكر، وفقكم الله و جعله فی ميزان حسناتكم، بوركتم"

یعنی ماشاءاللہ! یہ ایک منفرد کوشش ہے، جو قدردانی وشکریہ کی مستحق ہے۔ اللہ آپ کو توفیق دے اور اس عمل کو آپ کی نیکیوں کے ترازو میں رکھے، اور اس میں برکت دے۔

واٹس اپ پر ایک صاحب نے اِس مجلہ کو پڑھ کر اِن الفاظ کے ساتھ ہمیں نوازا :

"السلام علیکم ۔۔۔۔ جزاکم اللہ خیرا ۔۔۔ آپ سے امید کرتا ہوں کہ ہر مہینہ مسلسل مجلس الآنوار کو شیئر کریں گے' تا کہ گروپ سے جڑے لوگوں کو فائدہ ہو۔ والسلام"

ہم تمام قارئین ذوی الاحترام کا شکریہ ادا کرتے ہیں' جنہوں نے ہماری اس سعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور ہماری حوصلہ افزائی کی۔ آپ کی مزید آراء و مشوروں کا ہمیں انتظار رہے گا۔

مجلس الآنوار

- ساری دنیا اندھیری ہے، سوائے علماء کی مجلس کے۔ (حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ)

- میں اس شخص سے بڑھ کر کسی پر تعجب نہیں کرتا جو دنیا کی محبت کو گناہ نہیں سمجھتا، اللہ کی قسم! دنیا کی محبت کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ (حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ)

- دنیا، اللہ کے دوستوں کی دشمن ہے اور اللہ کے دشمنوں کی دوست ہے، اللہ کے دوستوں کو وہ غم میں ڈالتی ہے اور حزن میں مبتلا کرتی ہے، اور اللہ کے دشمنوں کو وہ دھوکہ دیتی ہے اور بکھیر دیتی ہے، اور اُن کو اللہ سے دور کر دیتی ہے۔

(عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ)

- جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اُس کے نفس کیلئے بھی کچھ قدر و قیمت ہے، اُس کا تواضع میں کوئی حصہ نہیں۔

(فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ)

- اللہ کی قسم! تجھے کتّے اور خنزیر کو بھی ناحق تکلیف دینا جائز نہیں، پھر تو کیسے مسلمان کو تکلیف پہنچاتا ہے؟

(فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ)

- اللہ کی مخلوق پر اللہ تک پہنچنے کے سارے راستے بند ہیں، سوائے ان لوگوں پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں اور آپ کی سنتوں کی اتباع کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ عز و جل کا ارشاد ہے [لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ] (جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ)

- جب تک ہمارے واعظین جو پیشوایانِ قوم ہیں، جس طرح آیات و احادیث رجاء کے بیان کرتے ہیں، خوف پیدا کرنے والے آیات و احادیث نہ بیان کریں، تو مسلمانوں کے تمدن کی اصلاح ہرگز نہیں ہو سکتی۔

(شیخ الاسلام امام انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ)

فضائلِ شعبان

سال کے بارہ مہینوں میں چند مہینے ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے خاص فضیلت وعظمت عطا فرمائی ہے، جس میں سے ایک مہینہ ''شعبان المعظم'' بھی ہے۔

اِس مہینہ کے متعلق آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شعبان میرا مہینہ ہے۔

اِس ماہِ مبارک کے کئی فضائل' کتبِ احادیث میں وارد ہیں، جن میں سے بعض یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔

ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کثرت سے نفل) روزے رکھتے تھے، یہاں تک کہ ہم کہتے کہ اب (سرکار) روزہ نہ چھوڑیں گے۔ اور (کبھی نفل) روزے نہ رکھتے، یہاں تک کہ ہم کہتے کہ اب روزہ نہ رکھیں گے۔ پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوائے رمضان کے کسی بھی مہینہ کے مکمل روزے رکھتے نہیں دیکھا، اور نہ میں نے آپ کو شعبان کے علاوہ (کسی مہینہ میں) کثرت سے روزہ رکھتے دیکھا۔ (صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب صوم شعبان، رقم: ۱۹۶۹)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سال کے کسی بھی مہینہ کے مکمل روزے نہ رکھتے سوائے ماہِ شعبان کے، یہاں تک کہ اُسے رمضان سے ملادیتے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الصوم، باب فیمن یصل شعبان برمضان، رقم: ۲۳۳۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ رمضان کے (روزوں کے) بعد کونسے (ماہ کے) روزے افضل ہیں؟ فرمایا: شعبان (کے روزے) رمضان کی تعظیم کی خاطر، پھر پوچھا گیا: کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: (وہ) صدقہ (جو) ماہِ رمضان (میں دیا جائے)۔ (سنن ترمذی، ابواب الزکوۃ، باب ماجاء فی فضل الصدقة، رقم: ٦٦٣)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ اللہ عزوجل شعبان کی درمیانی شب (شبِ برأت) کو آسمانِ دنیا پر جلوہ گر ہوتا ہے، اور (قبیلۂ) بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر (میری امت کے گناہوں) کی مغفرت کرتا ہے۔ (سنن ترمذی، ابواب الصوم، باب ماجاء فی لیلة النصف من شعبان، رقم: ۷۳۹)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! میں نے آپ کو کسی بھی مہینہ میں اس قدر کثرت سے روزے رکھتے نہیں دیکھا کتنا شعبان میں دیکھا ہے۔ فرمایا: وہ' رجب اور رمضان کے درمیان ایسا مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہیں، اور وہ ایسا مہینہ ہے جس میں رب العالمین کی طرف اعمال بلند کئے جاتے ہیں، پس میں (اس بات کو) پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال بلند کئے جائیں اِس حال میں کہ میں روزے سے رہوں۔ (سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب صوم النبی صلی اللہ علیہم بأبی ھو وأمی، وذکر اختلاف الناقلین للخبر فی ذالک، رقم: ۲۳۵۷)

امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب شعبان کی درمیانی شب ہو، توتم اُس رات میں قیام کرو اور اُس کے دن کا (پندرہویں شعبان کا) روزہ رکھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اُس رات غروبِ آفتاب کے وقت آسمانِ دنیا پر جلوہ افروز ہوتا ہے، اور کہتا ہے: ہے کوئی مجھ سے مغفرت مانگنے والا' کہ میں اُس کی مغفرت کردوں؟ ہے کوئی رزق مانگنے والا' کہ میں اُسے رزق دے دوں؟ ہے کوئی مصیبت زدہ' کہ میں اُسے

عافیت دے دوں؟ اسی طرح ندا لگاتا رہتا ہے یہاں تک فجر طلوع ہو جائے۔ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان، رقم: ۱۳۸۸)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ شعبان کی درمیانی رات کو جلوہ فرما ہوتا ہے اور اپنی تمام مخلوق (کے گناہوں) کی مغفرت کردیتا ہے سوائے مشرک اور مُشاحن (یعنی مسلمان سے عداوت رکھنے والے) کے۔ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان، رقم: ۱۳۹۰)

ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رمضان کے جو (قضاء) روزے مجھ پر فرض رہتے، اُنہیں میں شعبان کے مہینہ میں قضاء کرتی، یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ فرماچکے۔ (مسند ابی داؤد الطیالسی، مسند عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا، عبد اللہ البھی عن عائشہ، رقم: ۱۶۱۲)

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم رمضان کا چاند نہ دیکھو تو شعبان کے تیس دن مکمل کرلو، (اسی طرح) اگر شوال کا چاند نہ دیکھو تو رمضان کے تیس دن مکمل کرلو۔ (مصنف عبد الرزاق، کتاب الصوم: باب الصیام، رقم: ۷۳۰۱)

حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ نصف شعبان میں (لوگوں کی) موت (کے اوقات) لکھے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آدمی سفر کے لئے نکلتا ہے حالانکہ (اُس کا نام) زندوں سے (نکال کر) مُردوں میں لکھا جاچکا ہے۔ اور شادی کرتا ہے لانکہ (اُس کا نام) زندوں سے (نکال کر) مُردوں میں لکھا جاچکا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق، کتاب الصیام، باب النصف من شعبان، رقم: ۷۹۲۵)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: پانچ راتیں ایسی ہیں جس میں دعاء رد نہیں کی جاتی، جمعہ کی رات (یعنی جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات)، ماہِ رجب کی پہلی رات، ماہِ شعبان کی درمیانی رات (شبِ برأت)، اور دونوں عیدوں (عید الفطر و عید الاضحیٰ) کی راتیں۔ (مصنف عبد الرزاق، کتاب الصیام، باب النصف من شعبان، رقم: ۷۹۲۷)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ رکھنے کے لئے سب سے زیادہ پسندیدہ مہینہ شعبان تھا، پھر آپ اسے رمضان سے ملادیتے تھے۔ مسند احمد، الملحق المستدرک من مسند الانصار، مسند الصدیقہ عائشہ بنت الصدیق رضی اللہ عنہا، رقم: ۲۵۵۴۸)

حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شعبان کی درمیانی رات کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر توجہ فرماتا ہے، پس ایمان والوں کی مغفرت کردیتا ہے اور کافروں کو مہلت دیتا ہے، اور حسد کرنے والوں کو اُن کے حسد کے ساتھ چھوڑ دیتا ہے یہاں تک کہ وہ (حسد کو) ترک کردیں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، باب اللام ألف، مکحول عن أبي ثعلبة، رقم: ۵۹۰)

امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ شعبان کی درمیانی رات کو اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانِ دنیا پر جلوہ گری فرماتے ہیں، پس اُس رات ہر انسان کی مغفرت کردیتے ہیں سوائے کافر کے اور اُس آدمی کے جس دل میں کینہ ہو۔ (شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، باب جماع توحید اللہ عزوجل وصفاتہ وأسماءہ، ابوبکر الصدیق، رقم: ۷۵۰)

تھا تو چوبِ خشک پر عشقِ نبی میں تازہ تھا

جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہ اذنِ الٰہی مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے، تو یہاں اسلام کے ایک مرکز کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے مل کر مسجدِ نبوی کی تعمیر فرمائی۔

مسجدِ نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والتسلیم کی چھت کھجور کے درخت کے تنوں سے بنائی گئی تھی، اِسی مسجد میں خطبہ دینے کے لئے کھجور کے درخت کا ایک تنا تھا، جس سے ٹیک لگا کر رسولِ جہاں صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسجدِ نبوی میں باقاعدہ منبر لگایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس درخت کے تنے کو چھوڑ کر اُس منبر پر جلوہ افروز ہو کر خطبہ دینے لگے۔

جیسا کہ حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مسجد (نبوی) کا چھت کھجور کے درخت کے تنوں سے بنا ہوا تھا، جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے تو ان میں سے ایک تنہ پر ٹیک لگا کر ارشاد فرماتے، جب آپ کے لئے منبر بنایا گیا اور آپ منبر پر (خطبہ دینے لگے) تھے، تو ہم نے اُس درخت کے تنے کے رونے کی آواز سُنی، (وہ اس طرح گریہ وزاری کے ساتھ رو رہا تھا) جیسے دس ماہ کی حاملہ اونٹی رو رہی ہو، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے قریب ہوئے اور اپنا دستِ مبارک اُس پر رکھا تو وہ تسکین پا گیا۔

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، رقم: ۳۵۸۵)

تھا وہ ایک خشک درخت کا تنا، لیکن چونکہ اُسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق تھا، وہ جانتا تھا کہ مجھ سے اپنی نورانی پیٹھ مبارک لگا کر آقائے دو جہاں کھڑے ہوتے تھے، مگر جب سے منبر لگا ہے، میں اِس سعادت سے محروم ہو گیا ہوں، چنانچہ جب اُس سے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوری برداشت نہ ہوئی، تو وہ بے ساختہ آوازیں کر کے رونے لگا، گویا بزبانِ حال آقا سے کہہ رہا ہو کہ آقا! آپ مجھ سے ٹیک لگا کر ٹھہرتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے کائنات کی ساری دولت مجھے مل گئی ہو، اب آپ مجھ سے جدا ہو گئے ہیں، اب میں کس طرح آپ کی جدائی برداشت کر پاؤں گا؟

جب والیٔ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس بے زبان عاشق کی یہ کیفیت ملاحظہ فرمائی، تو اپنا دستِ حق پرست اُس پر پھیر کر تسلی دی، گویا یوں کہنا چاہتے تھے کہ اے بے زبان عاشق! تو یہ کیوں سوچتا ہے کہ منبر کے لگنے کی وجہ سے میں تجھے بھول گیا ہوں؟ نہیں! رنجیدۂ خاطر نہ ہو، میں ہر لمحہ تیرے ساتھ ہوں۔

اِس کیفیت ہو شیخ الاسلام عارف باللہ امام انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز تصنیف ''انوارِ احمدی'' میں بڑے انوکھے انداز میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

بہرِ خطبہ جب ہوا منبر کا مستحکم اساس
اور ستوں نے جانِ عالم کو نہ پایا اپنے پاس
عاشقِ صادق تھا، جب دیکھا کہ ہے قربت سے یاس
گریہ و زاری لگا کرنے وہ غمگیں بے قیاس

تھا تو چوبِ خُشک پر عشقِ نبی میں تازہ تھا
زمرۂ عشاق میں نادر بلند آوازہ تھا

الأنوار اسلامی کوئز 2

ہدایات:

مندرجہ ذیل سوالات میں سے کم از کم سات سوالات کے صحیح جوابات مع نام و مقام کے لکھ کر ہمیں ای میل کریں، صحیح جوابات بھیجنے والوں کے درمیان قرعہ اندازی ہوگی، قرعہ جیتنے والے تین خوش نصیب اشخاص کا نام اگلے شمارہ میں شامل کیا جائے گا، ان شاء اللہ۔

١) شعبان المعظم کو کس کا مہینہ کہا جاتا ہے؟
٢) شعبان کی کس رات کو "چھٹکارے کی رات" کہتے ہیں؟
٣) شبِ براءت کو اللہ تعالیٰ کس آسمان پر ظہور فرماتے ہیں؟
٤) ہر انسان گناہ گار ہوتا ہے، وہ کون ہیں جو انسان ہونے کے باوجود گناہوں سے معصوم ہیں؟
٥) شبِ براءت کو کس قبرستان میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے؟
٦) وہ کونسی ام المؤمنین ہیں، جنہوں نے شبِ براءت کو قبرستان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مصروفِ دعا دیکھا تھا؟
٧) قرآنِ مجید میں "شبِ براءت" کو کس نام سے یاد کیا گیا؟
٨) سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، رمضان کے علاوہ کس مہینہ میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے؟
٩) کس مہینہ میں بندوں کے اعمال بلند ہوتے ہیں؟
١٠) زیارتِ قبور کرنا کیسا ہے؟

ضروری اعلان

اس ماہ سے ایک نیا کالم شروع کیا گیا ہے، جس کا نام ہے

"قارئین کی آراء"

جس میں اس مجلہ کے متعلق قارئینِ کرام کی آراء و مشورے شامل کئے جاتے ہیں۔

آپ اپنے قیمتی مشورے اور اپنی رائے ہمیں بذریعہ واٹس اپ میسج کریں۔

ہمارا نمبر ہے : 9010859966

اہلِ قلم حضرات متوجہ ہوں!!!

طلبائے جامعہ نظامیہ و فارغینِ جامعہ میں سے اگر کوئی اس مجلہ میں اپنا مضمون دینا چاہتے ہیں تو اپنے مضمون کو کمپیوٹر پر ٹائپ کروا کر InPage فارمیٹ میں ہمارے ای میل پر بھیج دیں۔

خیال رہے کہ مضمون دو صفحوں سے زیادہ نہ ہو۔

ای میل یہ ہے :

majlisulanwar@gmail.com